ادبیات

کلامِ جگر

(از حضرت جگر مرادآبادی)

جناب موصوف نے یہ تازہ غزل "انجمن ترقی اردو" کے مشاعرہ کے لیے لکھی تھی لیکن وہاں کی ہڑبونگ دیکھ کر اسے سُنا نہیں سکے۔ اب آپ نے اس کو "برہان" میں اشاعت کے لیے عنایت کیا ہے۔ جس کو ہم دلی شکریہ کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔

نہیں جاتی کہاں تک فکرِ انسانی نہیں جاتی — مگر اپنی حقیقت آپ پہچانی نہیں جاتی
کسی صورت نمودِ سوزِ پنہانی نہیں جاتی — بجھا جاتا ہے دل، چہرے کی تابانی نہیں جاتی
اگر حل ہو گئی مشکل تو آسانی نہیں جاتی — بہر صورت محبت کی پریشانی نہیں جاتی
نگاہوں کو خزاں ناآشنا بننا تو آجائے — خزاں میں بھی چمن کی جلوہ سامانی نہیں جاتی
جلے جاتے ہیں اُڑ اُڑ کر مٹے جاتے ہیں گر گر کر — حضورِ شمع پروانوں کی نادانی نہیں جاتی
خدا ہی جانے کس عالم میں حسنِ یار دیکھا تھا — کوئی عالم ہو آئینہ کی حیرانی نہیں جاتی
نگاہِ شوق کی گستاخیاں توبہ ارے توبہ! — تلافی لاکھ کرتا ہوں پشیمانی نہیں جاتی
بلندی چاہیے انسان کی فطرت میں پوشیدہ — کوئی ہو بھیس لیکن شانِ سلطانی نہیں جاتی

مزاجِ اہلِ دل بے شور و مستی رہ نہیں سکتا
کہ جیسے نکہتِ گُل کی پریشانی نہیں جاتی